ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

واعظ قزوینی کی فارسی شاعری میں اخلاقی، عرفانی اور سماجی شعور کا تنقیدی تجزیہ

A CRITICAL ANALYSIS OF ETHICAL, MYSTICAL AND SOCIAL CONSCIOUSNESS IN THE PERSIAN POETRY OF WAʿIẒ QAZVĪNĪ

ڈاکٹر علی احمد شیرازی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی زبان وادب، یونیورسٹی آف سرگودھا۔

محمد عرفان حیدر

لیکچرر (اردو)، گورنمنٹ گریجویٹ کالج جوہر آباد، خوشاب۔

Dr. Ali Ahmad Shirazi
Assistant Professor, Department of Persian Language and Literature, University of Sargodha.
(Corresponding author)
Email: aliahmadshirazi@gmail.com

Muhammad Irfan Haider
Lecturer (Urdu), Govt. Graduate College Jauharabad, Khushab.
Email: Irfanhaider1004@gmail.com

Abstract:

This paper presents a critical study of the life, poetic style, intellectual tendencies, and literary status of the renowned 11th-century Hijri Persian poet, Waʿiẓ Qazvīnī (Mulla Muhammad Rafiʿ). Waʿiẓ was not only a learned preacher and exegete but also the author of a Dīwān comprising approximately seven thousand verses rich in ethical counsel, mystical reflection, asceticism, social critique, and profound devotion to the Ahl al-Bayt. This study explores the intellectual dimensions, poetic construction, literary devices, and stylistic features of his work. Waʿiẓ's ghazals are predominantly didactic in tone, rendered effective through the use of allegory, rational inference (ḥusn-e-taʿlīl), imagery, and self-reflective consciousness. His poetry also demonstrates a strong political and social awareness, a bold stance against tyranny, and a passionate defense of human values. The research brings to light the spiritual depth, mystical insight, and stylistic innovation in his poetry, positioning him alongside poets such as Sanāʾī, Ṣāʾib Tabrīzī, and ʿAṭṭār. Ultimately, the paper argues that Waʿiẓ Qazvīnī carved a unique place in Persian literature by transforming ethical and spiritual counsel into the refined and emotive form of the ghazal.

Keywords:

Waʿiẓ Qazvīnī, Persian Mystical Poetry, Ethical Consciousness, Social Critique, Spiritual Aesthetics

خلاصہ

یہ مقالہ فارسی زبان کے گیارہویں صدی ہجری کے معروف شاعر، واعظ قزوینی (ملا محمد رفیع) کی سوانح، شعری اسلوب، فکری رجحانات اور ادبی مقام کا تنقیدی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ واعظ نہ صرف ایک صاحب علم خطیب اور مفسر تھے بلکہ ان کا دیوان سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے جو اخلاقی پند و نصیحت، عرفان، زہد، سماجی تنقید اور علوی عقیدت سے لبریز ہے۔ اس مطالعے میں ان کے کلام کے فکری زاویوں، شعری تشکیل، فنی صنعتوں اور اسالیب بیان کو پرکھا گیا ہے۔ واعظ کی غزل گوئی میں واعظانہ رنگ غالب ہے، جسے وہ تمثیل، حسن تعلیل، ایماژ اور خود تنقیدی شعور کے ذریعے موثر بناتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کے کلام میں سیاسی و سماجی شعور، استبداد کے خلاف احتجاج اور انسانی اقدار کی سربلندی کا جذبہ نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ تحقیق ان کی شاعری میں موجود معنوی گہرائی، عرفانی بصیرت اور اسلوبی جدت کو سامنے لاتی ہے اور ان کے ادبی قد کو سنائی، صائب تبریزی اور عطار جیسے شعرا کی صف میں رکھنے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ ہماری یہ تحقیق نتیجہ خیز انداز میں اس بات پر زور دیتی ہے کہ واعظ قزوینی ایک ایسے شاعر تھے جنھوں نے نصیحت کو غزل کے لطیف پیرایہ میں ڈھال کر فارسی ادب میں ایک منفرد مقام حاصل کیا۔

کلیدی الفاظ: واعظ قزوینی، فارسی صوفیانہ شاعری، اخلاقی شعور، سماجی تنقید، روحانی جمالیات۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فارسی شاعری کی تاریخ میں ایسے کئی شعرا ملتے ہیں جنہوں نے ظاہری شہرت و جاہ کے بجائے فکری گہرائی، روحانی بالیدگی اور اخلاقی پیغام رسانی کو اپنی شعری شناخت کا محور بنایا۔ ان ہی شعرا میں ایک اہم مگر نسبتاً کم معروف نام **واعظ** قزوینی (ملا محمد رفیع) کا ہے۔ گیارہویں صدی ہجری کے اس خطیب، مفسر، ادیب اور شاعر نے نہ صرف منبر و محراب کو علم و حکمت کا مرکز بنایا بلکہ غزل جیسے لطیف شعری قالب میں وعظ، نصیحت، عرفان اور اخلاقی تعلیمات کو بھی پُراثر انداز میں سمویا۔ واعظ قزوینی کی شاعری نہ صرف دینی اور اخلاقی بصیرت سے بھرپور ہے بلکہ اس میں عرفانی کیفیت، سیاسی شعور، عوامی درد اور سماجی احتجاج بھی نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ ان کا شعری اسلوب اگرچہ کلاسیکی فارسی روایت سے جڑا ہوا ہے تاہم اس میں تمثیل، حسن تعلیل، تشبیہ و استعارہ اور فکری تازگی کا ایک منفرد امتزاج پایا جاتا ہے جو انہیں دیگر ہم عصر شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کے دیوان میں موجود ہزاروں اشعار ایک طرف صوفیانہ رجحانات اور زاہدانہ روش کی عکاسی کرتے ہیں تو دوسری طرف دور صفوی کی سیاسی و سماجی فضا پر ایک حساس شاعر کی نظر بھی واضح کرتے ہیں۔

زیر نظر مقالہ واعظ قزوینی کی فارسی شاعری کا ایک جامع اور تنقیدی مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں ان کی اخلاقی فکر، عرفانی رجحان اور سماجی شعور کو مرکزی موضوع بنایا گیا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد نہ صرف واعظ کے فکری و فنی کمالات کو اجاگر کرنا ہے بلکہ یہ دکھانا بھی ہے کہ فارسی شعری روایت میں واعظ جیسے شعرا نے کس طرح غزل جیسے صنف سخن کو محض عشقیہ جذبات سے نکال کر ایک فکری، تربیتی اور سماجی پیغام کا وسیلہ بنایا۔

ملا محمد رفیع جو "واعظ" کے تخلص سے مشہور تھے اور "رفیع الدین" کے لقب سے بھی جانے جاتے تھے، بعض اوقات انہیں ملا رفیع، میرزا رفیع یا ملا رفیعا بھی کہا گیا ہے۔ وہ قزوین کے علاقے صفی آباد کے رہنے والے تھے اور ملا فتح اللہ قزوینی کے پوتے تھے۔[1]

تاہم اس امر کا سبب کہ بعض حضرات جیسے شیخ محمد عاملی، میرزا محمد باقر موسوی خوانساری، شیخ عباس قمی اور شیخ آغا بزرگ طہرانی نے انہیں مولانا فتح اللہ قزوینی کا بیٹا لکھا ہے بظاہر یہ ہے کہ قدما کی روایت کے مطابق جب کسی شخص کا دادا زیادہ مشہور ہو تو اسے اسی بزرگ کے نام سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ یہی صورت حال یہاں بھی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ خود ان کے ہم عصر تذکرہ نویس میرزا محمد طاہر نصر آبادی جنہوں نے اپنی تذکرہ نگاری اسی دور میں کی وہ لکھتے ہیں: واعظ قزوینی کا اسم شریف میرزا رفیع ہے اور وہ ملا فتح اللہ واعظ قزوینی کے پوتے ہیں۔[2]

میرزا رفیع الدین گیارہویں صدی ہجری کے ممتاز واعظ، عالم دین، ادیب اور شاعر تھے۔ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ذی الحجہ ۱۰۲۷ ہجری میں ہوئی۔ وہ شاہ عباس بزرگ، شاہ صفی، شاہ عباس ثانی اور شاہ سلیمان کے عہد حکومت تک زندہ رہے۔ اگرچہ بیشتر تذکرہ نگاروں نے ان کی تاریخ ولادت کو صراحت سے بیان نہیں کیا تاہم ابواب الجنان کی دوسری جلد کے ایک مخطوطہ میں ان کا یوم پیدائش ذی الحجہ 1027 ہجری درج ہے۔[3] کے والدین، دادا، خاندان یا ایام طفولیت سے متعلق تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہیں۔[4]

انہوں نے قزوین میں وعظ و خطابت کے فرائض سرانجام دیے اور ملا خلیل قزوینی المعروف آخوند ملا خلیل (متوفی 1089ھ ش/1001ھ ق) کے شاگردوں میں شامل ہوئے۔ یہ بزرگ متکلم، فقیہ، محدث اور مفسر تھے جن کی صحبت میں واعظ نے دینی و عقلی علوم حاصل کیے۔

واعظ کو علم معقول (فلسفہ و منطق) میں بھی خاص دسترس حاصل تھی۔ انہوں نے اسی میدان میں ایک معروف کتاب ابواب الجنان کے نام سے تصنیف کی لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس کتاب کے صرف دو ابواب ہی لکھ سکے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند ملا شفیع نے اس تصنیف کو مکمل کیا۔[5]

واعظ نے اپنی زندگی کے اختتام تک اپنے استاد سے تعلق کو کبھی منقطع نہ ہونے دیا۔ وہ مسلسل ان کی صحبت میں رہے اور ان کے فرزند ملا بوذر کی وفات پر تین مرثیے کہے اور ان کے لیے ایک مادۂ تاریخ وفات بھی ترتیب دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مشہور روایات کے مطابق شاگرد اور استاد دونوں کا وصال ایک ہی سال میں ہوا۔ کیونکہ روضات الجنات کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ واعظ کا انتقال بھی رمضان ۱۰۸۹ ہجری میں بالکل اسی سال میں ہوا جس میں ان کے استاد دنیا سے رخصت ہوئے۔[6]

کتاب الذریعہ کے مصنف اور ریحانۃالادب کے مولف نے بھی ایک ہی سن کو ان کی وفات کا سال قرار دیا ہے۔[7]

واعظ کا مدفن قزوین میں واقع حضرت شاہزادہ حسین کے صحن مبارک کے داخلی دروازے کے بائیں کنارے پر ہے۔ مرحوم حاج میرزا احمد صراف کے قول کے مطابق جب بھی وہ مرحوم حاج میرزا احمد حکمی کے ہمراہ زیارت قبور کے لیے جاتے تو آستانے کے داخلی دروازے کے بائیں جانب کھڑے ہو کر اپنے عصا کو مخصوص جگہ زمین پر مارتے اور فرماتے: حاجی میرزا احمد یہ فاتحہ ملا رفیعا کے لیے ہے جو یہاں مدفون ہیں۔ یہ بات آپ بھی کبھی فراموش نہ کرنا۔[8]

نیز ابواب الجنّان کی جلد دوم کے ابتدائی صفحات میں جو ایک نہایت نفیس نسخۂ خطی ہے اور حاج سید جلیل زرآبادی کے پاس محفوظ تھا اس طرح درج ہے: مرحوم و مغفور مؤلف مولانا محمد رفیع واعظ رحمہ اللہ، جلد دوم کے باب پنجم تک اس کتاب کو لکھ سکے۔ پھر شب قدر یعنی تیئیسویں شب کو ان کی روح پرواز کر گئی اور وہ قزوین میں امامزادہ

حسین(ع)جو حضرت امام رضاعلیہ السلام کے بھائی یا فرزند ہیں ان کے حرم مطہر کے دروازے کے بائیں جانب طاق درگاہ سے متصل مقام پر دفن ہوئے۔ان کی ولادت ماہِ ذی الحجہ 1027 ہجری میں ہوئی یوں ان کی عمر تقریباً تریسٹھ سال اور کچھ مہینے بنتی ہے۔اللّھُمّ اغفرہ بحق محمد وآلہ۔[9]

واعظ قزوینی نے اپنے زمانے کے علوم وفنون کے حصول میں بے حد کوشش کی اور کمال درجہ پر پہنچے۔ان کے علمی آثار تذکرہ نگاروں کی آراء اور اہل رجال، تاریخ، لغت و ادب کی کتب سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک باعمل عالم گہری بصیرت رکھنے والے فاضل، زبردست ادیب، قادر الکلام شاعر اور پُر اثر خطیب تھے۔[10]

جہاں تک بات ہے واعظ قزوینی کی علمی، ادبی اور خطیبانہ حیثیت کی تو بلاشبہ انہیں گیارہویں صدی ہجری کے نامور علما، خطبا، نثر نگاروں اور شعرا میں شمار کیا جاسکتا ہے۔[11]اور جیسا کہ ان کی گرانقدر تصنیف ابواب الجنان اور اُن کے نفیس دیوان کے بعض اقتباسات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف علوم معقول ومنقول اور عرفان میں گہری بصیرت رکھتے تھے بلکہ ریاضیات، نجوم، فلسفہ اور طب جیسے دقیق علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔علوم بیانیہ جیسے علم عروض، معانی، بیان اور بدیع سے بھی خوب واقف تھے اور انہوں نے اپنی تحریر و نظم میں موسیقی کے اصطلاحات کو بھی خوبصورتی سے برتا ہے۔ان کے دیوان سے ہمیں اُس دور کے اقتصادی، جغرافیائی، معاشرتی حالات اور نظام تعلیم و تربیت سے متعلق بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ان کے دیوان میں کھیلوں کی اصطلاحات اور مکتب داری (مدرسہ داری) کے حوالے سے بھی اشارات ملتے ہیں۔[12]

جیسا کہ بیان ہوا وہ اپنے عہد میں خطابت اور مجالس نصیحت و وعظ کے میدان میں بے نظیر تھے۔اسی قابلیت کے باعث مسجد جامع قزوین کی منبر نشینی ان کے جد بزرگ ملا فتح اللہ قزوینی کے بعد انہی کے سپرد کی گئی۔[13]اگرچہ وہ اپنے زمانے میں بلند شہرت رکھتے تھے لیکن ان کا مزاج گوشہ نشینی اور گمنامی سے زیادہ ہم آہنگ تھا۔اسی کیفیت دل سے انہوں نے ایک مقام پر یہ وجد انگیز شعر کہا:

فیض گمنامی ام این بس کہ از خلوتگہ فقر　　　　شغل دنیا نتوانست مرا پیدا کرد۔[14]

ترجمہ:میری گمنامی کا یہی فیض کافی ہے کہ فقر و تنہائی کے گوشے میں ایسا چھپا رہا کہ دنیاوی مصروفیات مجھے ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

یہ شعر واعظ قزوینی کے زہد، انکساری اور دنیا سے کنارہ کشی کے مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔انہوں نے دنیاوی شہرت، منصب یا مال کی طرف رغبت نہ کی بلکہ اپنے آپ کو فقر، خلوت اور روحانی سکون کے دائرے میں محفوظ رکھا۔یہی کیفیت ان کی زندگی کی روح تھی۔

گمنام بس کہ ھمچو وفا در زمانہ ام　　　　کس جز شکست راہ نیابد بہ خانہ ام۔[15]

ترجمہ:میں اس قدر گمنام ہوں جیسے وفا اس زمانے میں میرے گھر کا راستہ سوائے شکست خوردہ کے کوئی نہیں پاتا۔

یہ شعر واعظ قزوینی کی تنہائی، دور جفا میں وفا کی نایابی اور ان کی خلوت پسند طبیعت کا خوبصورت بیان ہے۔وہ خود کو اُس "وفا" سے تشبیہ دے رہے ہیں جو اس دنیا میں اجنبی ہو چکی ہے۔ایسی ہستی جس کے دروازے پر صرف وہی آتا ہے جو دل شکستہ اور دنیا سے خفا ہو۔

ما سراپا ناقصان را صرفہ در گمنامی است　　　　زشت رسوامی شود چندان کہ شہرت میکند۔[16]

ترجمہ:ہم جیسے سراپا ناقص لوگوں کے لیے گمنامی ہی فائدہ مند ہے کیونکہ جو چیز عیب دار ہو وہ جتنی مشہور ہوا تنی ہی رسوا ہوتی ہے۔

یہ شعر واعظ قزوینی کی عاجزی، خود شناسی اور دنیاوی شہرت سے اجتناب کے مزاج کو نہایت عارفانہ انداز میں بیان کرتا ہے۔وہ کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ کامل نہیں ان کے لیے پردۂ گمنامی ہی بہتر ہے۔کیونکہ جب کوئی عیب دار ہستی شہرت حاصل کرتی ہے تو اس کی خامیاں اور کمزوریاں بھی منظر عام پر آجاتی ہیں اور یہی رسوائی کا سبب بنتی ہے۔

واعظ کی زندگی سخت معاشی مشکلات اور فقر و تنگ دستی کے ساتھ گزری۔وہ ایک بے نظیر وارستگی کے ساتھ اہل اقتدار سے کنارہ کشی اختیار کرتے اور فقر و عزلت کی خلوت گاہ کو ہی اپنی سکونت گاہ بناتے۔ان کے اشعار میں، جہاں پند و نصیحت کی روح کارفرما ہے وہیں خودکامہ، زرپرست حکمرانوں پر تنقید اور دین کو دنیا کے عوض بیچنے والے ریاکاروں سے صریح اور بے باک مرزبندی بھی نمایاں ہے۔یہ سب ان کے دیوان میں پوری شدت کے ساتھ موج زن ہے۔[17]

بہ غیر معنی رنگین مجو از ما میراث　　　　بہ غیر رنگ چہ می ماند از حنا میراث۔[18]

ترجمہ:ہم سے رنگین معنی کے سوا کوئی اور میراث تلاش نہ کرو کیونکہ حنا سے بھی اگر کچھ باقی رہتا ہے تو صرف رنگ ہی ہوتا ہے۔

واعظ قزوینی اس شعر میں ایک گہرا عرفانی وفکری پیغام دیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ان کی روحانی یا فکری میراث محض "معنی" یعنی باطن، حکمت اور سچائی پر مبنی ہے نہ کہ ظاہری رنگینیوں یا سطحی خوبصورتیوں پر۔بالکل اسی طرح جیسے مہندی کا حاصل صرف اس کا رنگ ہے۔اس کے سوا کچھ نہیں بچتا۔یہ شعر تصنع، ظاہر داری اور دنیاوی نمود و نمائش سے بیزاری کا اظہار ہے اور اس بات کا اعلان کہ وہ اپنے پیچھے روحانی معنی و بصیرت کی دولت چھوڑ رہے ہیں نہ کہ دنیاوی شان و شوکت۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

واعظ رنگین معانی کے شاعر اور نصیحت ناموں کے خالق ہیں۔ ان کی شاعری میں دو نمایاں چہرے ہیں، ایک "واعظانہ چہرہ" جو زیادہ پر رنگ اور غالب ہے اور دوسرا "عاشقانہ چہرہ" جو نسبتاً کم نمایاں ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ واعظ نے اپنے عاشقانہ اشعار ایام جوانی میں کہے ہوں گے جبکہ ان کی واعظانہ شاعری ان کے زاہدانہ عقائد، اخلاقی بصیرت اور روحانی بینش کا آئینہ ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ واعظ ان شعرا میں سے ہیں جنہوں نے پند و نصیحت، اخلاقی تعلیمات اور زہد و تقویٰ جیسے مضامین کو غزل کی لطیف صنف میں گوندھ دیا ہے۔ اگر ہم غزل کو اس کے موضوعات کی بنیاد پر مختلف شاخوں میں تقسیم کریں مثلاً عارفانہ، عاشقانہ، واعظانہ، سیاسی و سماجی یا حماسی غزل، تو غزل واعظانہ میں ان کا الگ مقام ہے اور وہ اس میں بلند پایہ شاعر ہیں۔

اگرچہ واعظ و نصیحت کرنا اکثر مخاطبین کی نظر میں خود پسندی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور دوسروں کے لیے بسا اوقات تلخی اور ناگواری کا باعث بنتا ہے مگر جب یہی مضامین غزل کے قالب میں بیان کیے جائیں، خاص طور پر جب وہ تمثیل، استدلال، حسن تعلیل اور اسلوب معادلہ کے ساتھ آراستہ ہوں تو وہ نہایت شیریں، دل نشین اور اثر انگیز ہو جاتے ہیں۔

به کف تو راز رو سیم جهان از بخل نپاید　　　　نگہ نداشتہ کس بافشار رنگ حنارا
رود به باد فنا زو دمال مردم ممسک　　　　حباب چند تواند نگاه داشت، هوارا؟[19]

ترجمہ: دنیا کی سونے چاندی جیسی دولت اگر تمہارے ہاتھ میں ہو تو بھی بخل کے ساتھ وہ تمہارے پاس قائم نہیں رہتی۔ کسی نے کبھی زبردستی سے حنا کے رنگ کو باقی رکھا ہے؟ جو مال و دولت دوسروں سے چھینا ہوا ہو وہ جلد ہی فنا کے طوفان میں بہہ جاتا ہے۔ کیا کوئی چند بلبلے فضا میں ہوا کو روک سکتے ہیں؟

واعظ قزوینی اس قطعے میں بخل کی مذمت کرتے ہوئے سادگی سے سمجھا رہے ہیں کہ دولت اگرچہ انسان کے ہاتھ میں آ سکتی ہے لیکن اگر اسے دوسروں سے روک کر، خود غرضی سے بچا کر رکھا جائے تو وہ جلد ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے مہندی کا رنگ زبردستی نہیں ٹھہرتا ویسے ہی بخل سے دولت نہیں ٹھہرتی اور جیسے بلبلے ہوا کو روک نہیں سکتے ویسے ہی بخیل شخص کی دولت بھی ضائع ہو جاتی ہے۔

نباشد جز فرو رفتن ز خجلت بر زمین، فردا　　　　اگر سر کوب ما خواهند کرد آورده ما را[20]

ترجمہ: اگر کل وہ لوگ ہمیں ہماری ہی لائی ہوئی چیز کی بنیاد پر رسوا کرنا چاہیں تو اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا کہ ہم شرمندگی کے مارے زمین میں دھنس جائیں۔

واعظ قزوینی اس شعر میں اپنے عارفانہ اور اخلاقی شعور کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے اعمال، اپنے لائے ہوئے اقوال یا کردار کی بنیاد پر ہی کل کے دن رسوائی کا سامنا کریں تو شرم اور ندامت کے سوا کچھ باقی نہ بچے گا، ایسا کہ گویا زمین میں سما جانا ہی بہتر ہو گا۔ یہ ایک گہرا اخلاقی اشارہ ہے کہ انسان جو کچھ کہتا یا کرتا ہے وہی کل اس کے خلاف گواہی بھی دے سکتا ہے۔

تندخویان را نباشد جز کدورت حاصلی　　　　نیست در کف غیر خاک از تندی خود باد را[21]

ترجمہ: تندمزاج لوگوں کو اُن کے سخت لہجے اور غصے سے سوائے رنجش اور دل آزاری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے ہوا جب بہت تیز ہو جائے تو اس (ہوا) کے ہاتھ میں بھی کچھ نہیں رہتا سوائے مٹی کے۔

واعظ قزوینی اس شعر میں غصے، سخت کلامی اور تندمزاجی کے منفی نتائج پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تندخو انسان ہمیشہ تلخی اور کدورت ہی پیدا کرتا ہے نہ خود سکون پاتا ہے نہ دوسروں کو دیتا ہے۔ اس کی مثال وہ تیز ہوا سے دیتے ہیں جو جتنی شدید ہو، اتنی ہی بے قابو اور بے نتیجہ ہو جاتی ہے اور اس کے دامن میں کچھ باقی نہیں رہتا سوائے مٹی اور گرد کے۔ یہ شعر ضبطِ نفس، حلم اور نرم مزاجی کی تلقین کرتا ہے۔

خرد نشماری حق هم کاسگی را ای بزرگ　　　　شیر یک پستان دو کودک را برادر میکند[22]

ترجمہ: اے بزرگ اگر تم کسی کے ساتھ وفاداری یا خدمت گزاری کو کوئی وقعت نہ دو تو یہ دانائی نہیں۔ یاد رکھو ایک ہی پستان سے دودھ پینے والے دو بچے بھائی بن جاتے ہیں۔

واعظ قزوینی اس شعر میں محبت، وفاداری اور خدمت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ وہ مخاطب کو تنبیہ کرتے ہیں کہ کسی کی وفاداری یا خدمت کو حقیر جاننا عقل مندی نہیں۔ جیسے رضاعی بھائی صرف اس بنا پر بھائی کہلاتے ہیں کہ وہ ایک ہی ماں کا دودھ پیتے ہیں۔ اسی طرح وفا اور خدمت کا تعلق بھی رشتہ اور بھائی چارے کی بنیاد بن سکتا ہے۔ یہ شعر معاشرتی اقدار، انسانی تعلقات اور احسان شناسی کی تعلیم دیتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

واعظ قزوینی کا دیوان تقریباً سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔اس کے بہت سے قطعات تاریخ کے ساتھ محفوظ ہیں اور وہ 1030 ہجری سے 1088 ہجری تک کے واقعات و حالات سے متعلق ہیں۔ان کی شاعری میں اخلاقی نکات، پند و نصیحت اور موعظہ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ادبی اعتبار سے ان کے اشعار عمومی طور پر درجۂ متوسط رکھتے ہیں اور بعض اشعار کو ادنی سطح پر بھی قرار دیا گیا ہے۔تاہم اس کے باوجود ان کے دیوان میں چند منتخب اور خوبصورت اشعار کی کمی نہیں۔[23]

واعظ کا کلام قصیدہ، غزل، رباعی، قطعہ اور مثنوی پر مشتمل ہے۔ان کے قصائد عموماً حضرت رسول اکرم (ص) کی نعت اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی منقبت پر مشتمل ہیں جبکہ بعض قصیدے شاہ عباس ثانی کی مدح میں بھی کہے گئے ہیں۔ان کی غزلیں اخلاقی نکات، پند و اندرز اور دینی و سماجی وعظ سے لبریز ہیں اور یہ خصوصیت ان کی منبر نشینی اور وعظ و ارشاد سے وابستگی کا مظہر ہے۔واعظ کا دیوان پہلی مرتبہ مرحوم ڈاکٹر سید حسن سادات ناصری کی تصحیح و تدوین کے ساتھ شائع ہوا۔[24]

واعظ کے اشعار میں حکیم سنائی کے مضامین کی جھلک بھی محسوس ہوتی ہے لیکن اس سے بڑھ کر وہ صائب تبریزی کے تمثیلی اندازِ غزل سے بخوبی واقف اور شعوری طور پر متاثر نظر آتے ہیں۔واعظ کو صائب سے خاص عقیدت تھی، یہی سبب ہے کہ انہوں نے اپنی کئی غزلوں میں صائب کا ذکر کیا اور بعض غزلیں صائب کے اشعار کی پیروی یا استقبال میں بھی کہی ہیں۔ان میں سے بعض اشعار ذیل میں ذکر کیے جا رہے ہیں۔

زسادگی است تمنای سود ازاین مردم　　که شد به خاک برابر وجود ازاین مردم[25]

ترجمہ: ان لوگوں سے فائدے کی تمنا کرنا محض سادہ لوحی ہے کیونکہ انہی لوگوں کی وجہ سے انسانی وقار خاک کے برابر ہو گیا ہے۔

صائب تبریزی اس شعر میں سماجی تجربے اور انسانی فطرت کی تلخی کو بیان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ان مفاد پرست اور کم قدر لوگوں سے کسی فائدے کی امید رکھنا دراصل خود فریبی ہے۔یہی لوگ ہیں جنہوں نے انسان کے مقام، وقار اور قدر و منزلت کو خاک میں ملا دیا ہے۔یہ شعر ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مفاد پرستی اور بے قدری کے اس معاشرے میں کسی سے بھلائی کی توقع رکھنا سادگی بلکہ نادانی ہے۔

زغصه جان نبری بی حذر ازاین مردم　　به منزلی نرسی بی سفر ازاین مردم[26]

ترجمہ: تم اس دنیا میں ان لوگوں سے بے پرواہ ہو کر کبھی غم سے جان نہیں چھڑا سکتے اور ان لوگوں سے گزرے بغیر کسی منزل تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

واعظ قزوینی، صائب تبریزی کے مذکورہ بالا شعر کی طرح اس شعر میں انسانی معاشرت اور اس کے تضادات کی ایک تلخ حقیقت بیان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ انسان ان "لوگوں" یعنی دنیادار، خود غرض یا تلخ رویوں والے افراد سے بچ کر نہ تو غم و پریشانی سے نجات پا سکتا ہے اور نہ ہی کسی بلند منزل تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔گویا ان سے بچنا بھی ممکن نہیں اور ان کے بغیر جینا بھی آسان نہیں۔یہ شعر سماجی مشاہدے کا حسین امتزاج ہے جہاں شاعر نہایت سادگی سے انسانی تعلقات کی پیچیدگی کو ظاہر کرتا ہے۔

نیم بی درد، دائم پیچ و تاب ساکنی دارم　　چو نبض ناتوانان اضطراب ساکنی دارم[27]

ترجمہ: میں وہ شخص ہوں جو ظاہراً بے درد نظر آتا ہے مگر اندرونی طور پر ہمیشہ پیچ و تاب میں مبتلا ہوں۔میری حالت کمزور مریضوں کی نبض کی سی ہے یعنی ایک ایسا اضطراب جو بظاہر سکون کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

صائب تبریزی اس شعر میں اپنے باطنی کرب اور ظاہر کے سکون نما فریب کو نہایت لطیف تمثیل میں بیان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ میں اگرچہ باہر سے پُرسکون دکھائی دیتا ہوں لیکن اندر ہی اندر مسلسل بے چینی، اضطراب اور کشمکش میں مبتلا ہوں بالکل ایسے جیسے کسی کمزور مریض کی نبض دھیمی ہو مگر وہ دراصل بے قرار ہو۔یہ شعر انسانی جذبات کے اس پہلو کو آشکار کرتا ہے جس میں سکوت اور اضطراب ایک ساتھ چلتے ہیں۔

چو رنگ خویش هر دم انقلاب ساکنی دارم　　چو جوش باده، دائم، اضطراب ساکنی دارم[28]

ترجمہ: میں اپنی طبیعت کے رنگ کی طرح ہر لمحہ ایک بدلتا ہوا مگر بظاہر ٹھہرا ہوا اضطراب رکھتا ہوں اور شراب کے جوش کی مانند میں ہمیشہ ایک ایسا اضطراب رکھتا ہوں جو سکون کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

واعظ قزوینی اس شعر میں صائب کی طرح اپنی باطنی کیفیت کو نہایت بلیغ اور تمثیلی انداز میں بیان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ میرے اندر ہر لمحہ ایک قسم کا انقلاب برپا رہتا ہے جو میری فطرت کا حصہ ہے مگر یہ انقلاب یا اضطراب ایک ایسے سکون میں ڈھلا ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو دھوکہ دے سکتا ہے۔بالکل جیسے شراب بظاہر ٹھہری ہوئی ہو مگر اس کے اندر مسلسل جوش اور حرکت ہو۔یہ شعر بھی صائب تبریزی کے اسلوب سے متاثر معلوم ہوتا ہے خاص طور پر اس میں "اضطراب ساکن" (خاموشی میں ہلچل) کا تصور جو کہ واعظ کے فکری و عرفانی رجحانات کی علامت ہے۔

چونکہ حضرت علی (ع) ان کے خاندان اور اُن کے عظیم مقصد کی محبت کی چمک اور روشنی اسلامی دور کے بعد فارسی شاعری کی ابتدا ہی سے جگمگا رہی ہے اور یہ روح پرور روشنی دور صفویہ میں اور بھی زیادہ روشن ہوئی اور آج تک جاری ہے۔ اسی لیے ایرانی شاعروں نے اپنے دلوں کے جذبات، شوق اور محبت سے لبریز نغمے اشعار کی صورت میں حضرت علی (ع) اور ان کے خاندان کی خدمت میں بڑی فراوانی سے پیش کیے ہیں۔[29] ان شاعروں میں ایک نام واعظ قزوینی کا بھی ہے جنہوں نے ایک پر اثر قصیدہ کہا جس کا مطلع ہے: "ہر طرف موجِ سرابی از گزرِ عمرہا"

اس قصیدے میں واعظ دنیا کی بے قدری کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ (ع) کی مدح کرتے ہیں۔ وہ حضرت علی (ع) کی بے مثال فصاحت و بلاغت اور دشمن مکار کے مقابل ان کی شجاعت کو بیان کرتے ہیں۔ نیز ان کے ہاتھ میں موجود ذوالفقار کو عصائے موسیٰؑ کی مانند قرار دیتے ہیں۔ واعظ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ دنیا حضرت علی (ع) کو فریب نہ دے سکی بلکہ انہوں نے دنیا کو طلاق دے دی۔ اسی طرح وہ اس مشہور واقعے کا بھی ذکر کرتے ہیں جب حضرت علیؑ نے حالت نماز میں ایک فقیر کو انگوٹھی عطا کی۔[30]

آن کہ بھر دیگران بر خود نپیچد روز و شب	باشد از سنگین دلی کمتر از سنگ آسیا
آن کہ باشد دامن جودش بہ دست اھل فقر	دستگیرش دامن حیدر شود در روز جزا[31]

ترجمہ: وہ شخص جو شب و روز دوسروں کے درد میں خود کو نہ تڑپائے، وہ دل کی سختی میں چکی کے پتھر سے بھی کم تر ہے اور وہ شخص جس کی سخاوت کا دامن فقیروں کے ہاتھوں میں ہو، قیامت کے دن خود اس کا دامن حیدر کرارؑ تھامے گا۔

واعظ قزوینی اس شعر میں انسانی ہمدردی، ایثار اور حضرت علی علیہ السلام سے وابستگی کے گہرے ربط کو بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دوسروں کے دکھ درد پر بے حس ہو وہ نہ صرف بے دل ہے بلکہ چکی کے بے جان پتھر سے بھی بدتر ہے اور جو سخی و فیاض ہو، جس کا دامن محتاجوں کے ہاتھ آئے، وہ روز قیامت حضرت علیؑ کی شفاعت کا مستحق بنے گا۔ یہ اشعار واعظ کی عارفانہ، اخلاقی اور علوی عقیدت سے لبریز شاعری کی خوبصورت مثال ہیں۔

واعظ قزوینی نے حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں ایک اور شعر کچھ یوں کہا ہے:

ھست ختم انبیا یعنی محمد شہر علم	اودر آن شہر و واعظ از سگان آن در است.
باغ جنت را توان اثبات ملکیت نمود	مھر او و آل پاکش در کف دل محضر است[32]

ترجمہ: خاتم الانبیا حضرت محمد (ص) علم کا شہر ہیں اور حضرت علیؑ اس شہر کا دروازہ ہیں اور واعظ اُس در کے کتوں میں سے ایک ہے۔ باغِ جنت کی ملکیت کو اگر کسی دلیل سے ثابت کیا جا سکتا ہے تو وہ دلیل دل کے ہاتھ میں موجود وہ "محضر" (دستاویز) ہے جس پر حضرت علیؑ اور اُن کے پاک اہلِ بیت کی محبت کی مہر ثبت ہے۔

ان اشعار میں واعظ قزوینی اپنی گہری عقیدت کا اظہار نہایت عجز و انکسار کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ نبی اکرم (ص) کو شہر علم اور حضرت علیؑ کو اُس شہر کا دروازہ قرار دے کر مشہور حدیثِ نبوی "أنا مدینة العلم و علیٌّ بابھا" کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پہلے شعر میں وہ اپنی حیثیت کو انتہائی فروتنی سے "اُس در کا کتا" کہہ کر بیان کرتے ہیں جو کہ فارسی و اردو شاعری میں ایک عرفانی استعارہ ہے اور وفاداری، عقیدت اور بندگی کی علامت ہے۔ دوسرے شعر میں واعظ محبت علی و آل علی (ع) کو جنت میں داخلے کا واحد شرعی و روحانی دستاویزی ثبوت قرار دیتے ہیں اور یوں اس عشق کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں۔ یہ اشعار نہ صرف مذہبی عقیدت بلکہ صوفیانہ فکر اور علوی ولایت کے اعتراف کا گہرا اظہار یہ ہیں۔

واعظ قزوینی کی غزلیں بعض اوقات طراوت اور تازگی سے بھرپور ہوتی ہیں اور ان میں نہ صرف بلند خیالات اور گہری فکر پائی جاتی ہے بلکہ بلیغ استعارے اور نئے انداز کی ترکیبات بھی نمایاں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اُن کے اشعار میں مندرجہ ذیل منفرد اور تازہ تعبیرات دیکھی جا سکتی ہیں: آتش عطش (تشنگی کی آگ)، آئینہ خورشید (سورج کا آئینہ)، انگشتر آسمان (آسمان کی انگوٹھی)، بحر طویل زلف (زلف کا طویل سمندر)، کوچہ باغ زلف (زلفوں کا گلی باغ)، افسار شاخسار (شاخوں کی لگام)، بازار نگاہ (نگاہوں کا بازار)، برگ ریزان رنگ (رنگوں کی خزاں باری)، بیدار خوابان (جاگتے خواب دیکھنے والے)، پری زاد نوبہار (نوبہار کی پری نما اولاد)، توفان حسن (حسن کا طوفان)، جادہ آواز (آواز کا راستہ)، حوض آئینہ (آئینے کا حوض)، صحرائے اندازہ (اندازوں کا صحرا) دفتر آئینہ (آئینوں کی کتاب)، دریاچہ دیدہ (آنکھوں کی جھیل)، فیض تاک (انگور کی بیل کا فیض) وغیرہ۔ یہ سب وہ تازہ ترکیبیں اور استعارے ہیں جو واعظ کے دیوان میں کثرت سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ سب ترکیبات نہ صرف شاعر کی تخلیقی قوت بلکہ اُس کی بصری، صوتی اور فکری جمالیات کی گواہ ہیں۔ واعظ قزوینی ان تراکیب کے ذریعے کلاسیکی فارسی غزل کو تازہ اسلوب اور جدید تمثیلی ساخت عطا کرتے ہیں جو اُن کے شعری ذوق اور اختراعی ذہن کی علامت ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

واعظ قزوینی کی غزلوں کے بعض نقائص، کمزوریاں اور فنی نارسائیاں بھی محققین اور ناقدین نے بیان کی ہیں، جن میں درج ذیل پہلو قابل ذکر ہیں:

عندلیب چمن روح فزای دم صبح　　　صوت شور آور افغان سحر خیزان است [33]

ترجمہ: روح کو تازگی بخشنے والی صبح کے دم میں گونجتا ہوا چمن کا بلبل، وہ آواز ہے جو سحر خیزوں کی فریاد میں شور پیدا کرتی ہے۔

یہ شعر تتابع اضافات (یعنی مسلسل اضافتوں کی ترتیب) کی ایک مثال ہے جہاں کئی اسم مضاف اور مضاف الیہ کی صورت میں ایک دوسرے سے جڑے ہیں: عندلیبِ چمنِ روح فزایِ دمِ صبح۔ چار مسلسل اضافتیں: عندلیب=بلبل، چمن=باغ، روح فزا=روح کو تازگی دینے والا، دمِ صبح=صبح کا سانس یا لمحہ۔

یہ اضافتوں کا تسلسل اگرچہ ایک خاص بلاغتی شان رکھتا ہے اور فارسی شعری روایت میں رائج ہے لیکن بہت زیادہ تتابعِ اضافات بعض اوقات مفہوم کو پیچیدہ یا بھاری بھی بنا دیتا ہے۔ یہی نکتہ ناقدین واعظ قزوینی کی بعض غزلوں میں بطور ضعفِ بیان پیش کرتے ہیں۔

نیست ناخوش هرچه آید از خوش و ناخوش از دوست　　　خوش نبودن با خوش و ناخوش، از مردان ناخوش است [34]

ترجمہ: دوست کی طرف سے جو بھی خوشی یا ناخوشی آئے وہ کبھی ناپسندیدہ نہیں ہوتی۔ حقیقی مردانگی یہ نہیں کہ صرف خوشی میں خوش رہا جائے اور ناخوشی کو قبول نہ کیا جائے ایسا رویہ مردانگی کے شایان نہیں۔

اس شعر میں الفاظ "خوش" اور "ناخوش" کی غیر معمولی تکرار پائی جاتی ہے۔ یہ تکرار بلاغت میں اگرچہ کبھی تاکید یا موسیقیت کے لیے مؤثر ہو سکتی ہے لیکن اگر حد سے بڑھ جائے یا خیال کی گہرائی پر غالب آ جائے تو شعر کو سطحی، ثقیل یا بے ذوق بنا سکتی ہے۔ واعظ قزوینی کے بعض اشعار میں یہ تکرار مضمون کے اثر کو کم کر دیتی ہے جسے ناقدین نے ان کی شاعری کی فنی کمزوری کے طور پر نشان زد کیا ہے۔

یابد نظام کار بزرگان، از کوچکان　　　بر تن، لباس تیغ، به امداد سوزن است [35]

ترجمہ: بڑے لوگوں (یعنی اہل کمال) کے کارناموں کی ترتیب و نظام اکثر چھوٹوں (یعنی کم تر یا ظاہراً بے قدر لوگوں) کے ذریعے قائم ہوتا ہے۔ جیسے تلوار جیسی سخت و قیمتی چیز کو جسم پر باندھنے کا کام سوزن (سوئی) جیسے نرم و نازک آلے کے ذریعے انجام پاتا ہے۔

اس شعر میں "تعقید معنوی" یعنی معنی کی پیچیدگی پائی جاتی ہے۔ شاعر کا مدعا یہ ہے کہ چھوٹے اور بظاہر معمولی افراد بھی بڑے کاموں میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے تلوار اگرچہ جنگ کا نشان ہے اور طاقت کی علامت ہے لیکن اسے بدن سے جوڑنے میں ایک معمولی سی سوئی (سوزن) مدد دیتی ہے ۔ گویا ایک نرم و نازک وسیلہ، ایک قوی اور سخت شے کے استعمال کو ممکن بناتا ہے۔ تاہم، یہ خیال جس انداز سے باندھا گیا ہے، وہ فوری فہم میں نہیں آتا۔ الفاظ کی ترتیب اور تشبیہ کے غیر روایتی استعمال نے شعر کو تاویلی اور تھوڑا ابہام آمیز بنا دیا ہے۔ اسی لیے ناقدین اس قسم کے اشعار کو واعظ قزوینی کے ہاں تعقید معنوی کی مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جہاں مفہوم ایک یا دو بار پڑھنے سے واضح نہیں ہوتا اور قاری کو غور و تدبر کی ضرورت پیش آتی ہے۔

واعظ قزوینی کی غزل کی چند خامیوں میں قوافی کا بار بار آنا، الفاظ کا اجنبی پن اور کوچہ و بازار کی عوامی زبان کا استعمال شامل ہے۔ واعظ دیگر شاعروں کی طرح اپنے اشعار کے درمیان شاعری پر تنقیدی نظریات بھی پیش کرتے ہیں جن پر توجہ دینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

تنها از لفظ، شعر تو دلبر نمی شود　　　از رنگ گل دماغ معطر نمی شود [36]

ترجمہ: صرف الفاظ سے تمہاری شاعری دل فریب نہیں بن سکتی جیسے صرف پھول کے رنگ سے مشامِ جاں معطر نہیں ہو سکتی۔

یہ شعر واعظ قزوینی کی خود تنقید یا شاعری پر تنقیدی نظر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ شاعر کہتا ہے، صرف خوبصورت یا پرکشش الفاظ کافی نہیں کہ ایک شعر کو محبوب، مؤثر اور دل ربا بنا دیں۔ جیسے صرف پھول کا رنگ خوشبو نہیں بن سکتا اسی طرح فقط ظاہری بناوٹ اور لفظی آرائش سے شعر میں جان نہیں آتی۔

شکار بحر معانی نمیتوانی کرد　　　دو تا از فکر چو قلاب تا نمی گردی [37]

ترجمہ: تو معنی کے بحر بیکراں سے شکار نہیں کر سکتا جب تک دوہری نہ ہو جائے تیری سوچ، قلاب کی مانند۔

اس شعر میں واعظ قزوینی فکر کی پیچیدگی اور شاعری یا عرفان کی گہرائی تک رسائی کے لیے ایک بلیغ استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ جب تک انسان کی فکر سیدھی، سادہ اور سطحی رہے گی وہ معنی کی گہرائیوں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ جیسے سیدھا کانٹا مچھلی نہیں پکڑتا، اسی طرح غیر پیچیدہ یا یک بعدی فکر معرفت کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتی۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مجموعی طور پر واعظ ایک ایسا شاعر ہے جو مضمون پرور اور نصیحت آموز ہے۔ وہ اپنی شاعری میں کسی خاص فکری راستے اور اخلاقی روش کی پیروی کا خواہاں ہے ۔اسی لیے وہ رخسار وزلف وخال وخط جیسے موضوعات پر غزلیں نہیں کہتا۔

نشنوند اهل زمان گر شعر واعظ دور نیست　　　زان که شعر خال وخط خواهند این پند است پند[38]

ترجمہ: اگر زمانے کے لوگ واعظ کا شعر نہ سنیں تو کچھ بعید نہیں کیونکہ یہ لوگ خال وخط کی شاعری چاہتے ہیں اور یہ (میرا کلام) تو صرف نصیحت ہی نصیحت ہے۔

واعظ قزوینی یہاں زمانے کے ذوق عامہ پر تنقید کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ میری شاعری اگر مقبول عام نہیں ہے تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ لوگ ظاہری جمال (خال، خط، زلف، لب) پر مبنی غزلوں کے شائق ہیں اور میری شاعری تو نصیحت، اخلاق، فکر اور معنویت پر مبنی ہے—— جو ان کی طبیعت کو نہیں بھاتی۔ یہ شعر واعظ کے ادبی خود شعوری (literary self-awareness) کا آئینہ ہے، جس میں وہ اپنے کلام کی نوعیت اور زمانے کی توقعات کے درمیان فرق کو تسلیم بھی کرتا ہے اور اس پر فخر بھی کرتا ہے۔ اسی سبب سے واعظ اپنی غزلوں کو نصیحت نامہ سمجھتا ہے۔

غزل های خوش واعظ، نصیحت نامه ها باشد　　　گران بر خاطرت گر نیست، جان من، بیا بشنو [39]

ترجمہ: واعظ کی دلنشین غزلیں دراصل نصیحت نامے ہیں اگر تجھے یہ ناگوار نہ ہوں تو اے جان من آ اور سن لے۔

واعظ قزوینی اس شعر میں نہایت سراپا آگاہی کے ساتھ اپنے شعری رجحان اور اسلوب کی وضاحت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری غزلیں صرف عشقیہ جذبات یا ظاہری حسن و جمال کی باتیں نہیں بلکہ یہ نصیحتوں سے بھرپور پیغام نامے ہیں۔ یعنی دل کو جگانے والے اور روح کو سنوارنے والے خیالات۔ وہ اپنے مخاطب سے بڑی نرمی اور خلوص کے ساتھ کہتا ہے کہ اگر تمہیں میری باتیں گراں نہ گزریں، اگر تم ان نصیحتوں سے بیزار نہ ہو، تو آؤ، انہیں سنو کہ یہ تمہارے لیے خیر و فلاح کا باعث بن سکتی ہیں۔ یہ شعر واعظ کے اس شعری مزاج کو واضح کرتا ہے جو تعلیم، اخلاق اور روحانیت کے زیر اثر پروان چڑھا۔ وہ خود کو واعظ کہلوانے میں عار نہیں سمجھتا بلکہ اپنی غزل کو بھی وعظ کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ یہی چیز اس کی غزلوں کو عام عشقیہ غزلوں سے ممتاز کرتی ہے اور اسے ان شعرا کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے جو شاعری کو تبلیغ خیر اور تزکیۂ نفس کا وسیلہ سمجھتے تھے جیسے سنائی، عطار اور جزوی طور پر صائب تبریزی۔

یقیناً واعظ اس نکتے پر بھی متوجہ ہے کہ شعر تخیل پر مبنی کلام ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے نصیحت ناموں کو بھی خیال آفرینی اور تصویر نگاری (ایماژ) کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ "خوش خیال شاعر " کے طور پر بھی مشہور ہے۔

گردیده پای تا سر، پر از خیال جانان　　　واعظ نکرده بیجا شهرت به خوش خیالی[40]

ترجمہ: واعظ، سر سے پاؤں تک جاناں کے خیال سے لبریز ہو چکا ہے اسی لیے اُس کی "خوش خیالی" کی شہرت بے وجہ نہیں۔

اس شعر میں واعظ قزوینی اپنی تخیل پسندی اور شاعرانہ امیجری کا فخر سے اعتراف کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے جسم و جان کا ذرہ ذرہ محبوب (یا خیال محبوب) سے لبریز ہے۔ میرے اشعار تصویر سازی، خیال آفرینی اور دلکش تمثیلات سے بھرپور ہیں۔ پس اگر مجھے "خوش خیال شاعر" کہا گیا ہے تو یہ بے بنیاد یا مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی شہرت ہے۔ یہ شعر واعظ کی اُس شعری شخصیت کو اجاگر کرتا ہے جو بظاہر واعظ اور ناصح ہے، مگر اندر سے ایک باریک بین، خیال پرداز اور فن کار شاعر بھی ہے۔ جو اپنے موعظہ آمیز اشعار کو بھی تخیل اور حسن بیان سے آراستہ کرتا ہے۔

واعظ اپنی شاعری میں قناعت اور گوشہ نشینی کو خاص اہمیت دیتا ہے اور اس نے کوشش کی ہے کہ اپنی غزل کو سلاطین کی مدح سے آلودہ نہ کرے۔ وہ صرف ایک دو بار قصیدہ، قطعات یا مسدس میں شاہ عباس اول اور شاہ صفی کی مدح کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس، اُس کی بہت سی غزلوں میں صفوی بادشاہوں پر طنز، تنبیہ اور تعریض کا لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔

ما رعیت را ذلیل شاه می پنداشتیم　　　شاه هم در زیر تیغ آه ایشان بوده است [41]

ترجمہ: ہم رعایا تو خود کو شاہ کے سامنے ذلیل و محکوم سمجھتے تھے مگر شاہ خود بھی ہماری آہوں کی تلوار کے نیچے تھا۔

اس شعر میں واعظ قزوینی نہایت پراثر اور جرات مندانہ لہجے میں بادشاہی نظام کی حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے۔ رعایا ہمیشہ خود کو بادشاہ کے رحم و کرم پر سمجھتی ہے کہ وہ بادشاہ کی تابع ہے، بے بس اور مظلوم ہے۔ لیکن شاعر کہتا ہے کہ شاہ بھی رعایا کی آہوں اور مظلومانہ فریادوں کے نیچے دبا ہوا ہے۔ یعنی مظلوم کی آہ، فریاد اور بددعا وہ تلوار ہے جو بالآخر بادشاہ کو بھی کاٹ سکتی ہے۔ یہ شعر سیاسی شعور، ظلم کے خلاف احتجاج اور عوامی طاقت کے احساس کا آئینہ دار ہے۔ واعظ قزوینی یہاں غزل میں طنز اور تعریض کے ذریعے شاہوں کو خبردار کرتا ہے کہ ظلم کی فضا ہمیشہ قائم نہیں رہتی اور مظلوم کی آہ میں وہ تاثیر ہے جو تخت کو بھی ہلا سکتی ہے۔

عقل اگر داری، مکن هر گز تمنا تخت و تاج　　　کز بسی گردنکشان مانده است بر جا تخت و تاج [42]

ترجمہ: اگر تجھ میں عقل ہے تو کبھی بھی تخت و تاج کی تمنا نہ کر کیونکہ بہت سے سرکش گزر گئے صرف تخت و تاج باقی رہ گئے۔

واعظ قزوینی اس شعر میں دنیا کی ناپائیداری اور اقتدار کی فریب کاری پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ عقلمند کو نصیحت کرتا ہے کہ بادشاہی، حکومت اور دنیاوی جاہ و جلال کی خواہش نہ کرے۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ بے شمار مغرور اور جابر حکمران گزر گئے۔ ان کا وجود مٹ گیا صرف تخت و تاج یعنی اقتدار کی علامتیں رہ گئیں۔

یہ شعر زہد، فقر اور ترک دنیا کے واعظانہ تصور کے عین مطابق ہے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ شاعر عبرت انگیزی کے ذریعے باطنی بیداری پیدا کرنا چاہتا ہے۔

معاش شاہ از پھلوی کاسبان گذرد　　　کہ سر، عیال سر خوان دست و پا باشد [43]

ترجمہ: بادشاہ کی گزر اوقات تو دکانداروں کے پہلو سے ہوتی ہے کیونکہ اُس کا "سر" بھی دستر خوان پر روٹی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے والا ایک گھر کا فرد ہی ہوتا ہے۔

اس شعر میں واعظ قزوینی نہایت گہرے طنز کے ساتھ بادشاہی وقار اور اقتدار کی ظاہری شان کو بے نقاب کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ شاہ کا رزق بھی عام لوگوں خاص طور پر کسبہ و تاجران کی محنت پر منحصر ہے۔ شاہ کا وجود بھی اپنے خاندان کا ایک فرد ہے جو دستر خوان پر روٹی کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ گویا بادشاہ اور عام انسان دونوں کی بھوک ایک جیسی ہے۔ یہ شعر سماجی مساوات اور اقتدار کے فریب کا ادراک پیدا کرنے والا ہے جس میں واعظ قزوینی کی فقر پسند طبیعت اور طنز نگارانہ بصیرت پوری آب و تاب سے جھلکتی ہے۔

اگرچہ واعظ اپنے اشعار میں زبان کی آرائش و زیبائش، ظاہری فصاحت اور زبان کی دلربائی کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتا اور اکثر شعری زیورات اور فنی بناوٹوں سے بے نیاز و بے پرواہو کر گزرتا ہے تاہم وہ بلاغت اور فنون ادبیہ سے بخوبی واقف ہے۔ مثال کے طور پر، اس کے کئی اشعار میں ہم حس آمیزی (مختلف حواس کا امتزاج)، تضاد (پارادوکس)، تخیل و تصویر سازی، ارسال المثل (مثل کا استعمال) اور استعارہ مکنیہ جیسی خوبصورت فنی صنعتوں کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

گوش بر نالہ ای نمی بیند　　　ور نہ واعظ، هزار دستان است [44]

ترجمہ: (لوگوں کا) کان کسی نالہ و فریاد پر نہیں جاتا ورنہ واعظ تو ایک ہزار داستاں (سُر دینے والا عندلیب) ہے۔

اس شعر میں واعظ قزوینی حس آمیزی، استعارہ اور طنز کے خوبصورت امتزاج سے کام لیتے ہیں۔ یہاں شاعر نے خود کو بلبل کے استعارے میں پیش کیا ہے—یعنی وہ درد، سوز اور نغمہ رکھنے والا شاعر ہے۔ "گوش بر نالہ نمی بیند "یہ ایک پارادوکس (تضاد بیانی) ہے۔ کان کا "دیکھنا" دراصل سننے سے مراد ہے۔ یعنی لوگوں کی بے حسی اور غفلت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ وہ دردناک صدا کو بھی محسوس نہیں کرتے۔ واعظ شکایت کرتا ہے کہ اگر لوگ سننے والے ہوتے، اگر ان کے دل میں درد اور احساس باقی ہوتا، تو میں ایسا شاعر ہوں جس کے پاس کہنے کو ہزاروں نغمے، سوز اور حکایتیں موجود ہیں لیکن افسوس سامع ہی نہیں۔

از یار و دوست، وقت سلام و داع شد　　　قامت مرا برای همین، در خمیدن است [45]

ترجمہ: یاروں اور دوستوں سے رخصت کا وقت آپہنچا ہے۔ میری قامت کا جھک جانا بھی دراصل اسی غم و داع کی علامت ہے۔

اس شعر میں واعظ قزوینی نے استعارہ مکنیہ، تصویر سازی (ایماژ) اور تخیل کو نہایت لطیف انداز میں استعمال کیا ہے "قامت کا خمیدہ ہونا "بظاہر تو یہ بڑھاپے یا جسمانی کمزوری کی علامت لگتی ہے مگر شاعر نے اسے ایک تخلیقی استعارہ بنا کر کہا کہ میری کمر کا جھک جانا محض جسمانی نہیں یہ یاروں سے جدائی کے غم کی تصویری شکل ہے۔ یہ ایک حس آمیز تصویر بھی ہے جس میں جسمانی کیفیت (خمیدہ قامت) کو روحانی درد (وداع کا دکھ) کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جب دوستوں سے جدائی ناگزیر ہے اور میری جسمانی کیفیت بھی اسی درد کی گواہی دے رہی ہے۔ گویا غم میرے جسم میں اتر آیا ہے۔

بکش تیغ، ای ستمگر تا جھانی جان بہ کف گردد　　　کمان بردار، تا خورشید، نارنج هدف گردد [46]

ترجمہ: اے ظالم تلوار کو جھنجھوڑ تا کہ ساری دنیا جان لے۔ اے کمان بردار نشانہ لگا سورج کو تا کہ نارنج (فلک) ہی تیر کا ہدف بن جائے۔

اس شعر میں واعظ قزوینی نے بہت پر اثر اور زور دار زبان میں جذبۂ حریت، ظلم کے خلاف بغاوت اور طاقت کا اظہار کیا ہے "بکش تیغ" اور "کمان بردار "یہ دونوں الفاظ جنگ اور مقابلے کی علامت ہیں جو ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ "جھانی جان بہ کف گردد "کا مطلب ہے پوری دنیا اپنی جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جائے۔ یعنی ایک انتہائی شدید عزم اور قربانی کی کیفیت۔ "خورشید، نارنج هدف گردد "یہاں سورج (خورشید) کو نشانہ بنایا گیا ہے اور نارنج (آسمان یا فلک) کو تیر کا ہدف قرار دیا گیا ہے جو کہ ایک شاعرانہ مبالغہ اور تصویر سازی ہے۔

یعنی یہاں شاعر نے دشمن کی طاقت کو بھی چیلنج کیا ہے کہ ایسا نشانہ لگاؤ جو حتیٰ کہ آسمان تک اثر کرے۔

شاعر کے الفاظ میں ظلم کے خلاف انتہائی شدت اور بے خوفی کی جھلک ہے۔ وہ ظلم کو مٹانے کے لیے ہر حد تک جانے کو تیار ہے، چاہے جان کی بازی لگانی پڑے اور طاقتور ترین ہدف (سورج و آسمان) کو بھی شکست دی جائے۔

یہ شعر واعظ کی جرأت مندی، جذبہ آزادی اور حماسی بیان کا واضح ثبوت ہے۔ جو شاعری میں صرف نصیحت اور وعظ نہیں بلکہ بغاوت اور حریت کی صدا بھی بلند کرتا ہے۔

اپنے بیٹے کی موت پر جو سال 1077 قمری میں وفات پا گیا۔ واعظ نے اس کے لیے مرثیہ اور مادہ تاریخ وفات یوں نظم کیا ہے

رفت نور دیدہ ام عبدالحسین — تابم از دل بردو خواب از دیدہ ام

چون تواند دید خالی جای او — دیدہ در خون خود غلتیدہ ام

موی آتش دیدہ را ماند تنم — بسکہ از دردش بہ خود پیچیدہ ام

گفت باری: چیست ای محزون ترا — کاین چنین آشفتہ ات کم دیدہ ام

در جوابش گفتم و تاریخ شد: — رفتہ نور دیدہ ام، از دیدہ ام [47]

ترجمہ: میرا عزیز بیٹا عبدالحسین چلا گیا۔ اس کی جدائی نے میرے دل سے سکون چھین لیا اور آنکھوں سے نیند اڑا دی۔ وہ خالی جگہ کیسے دیکھ سکوں جہاں وہ تھا؟ میری آنکھیں اپنے ہی خون میں بھیگی ہوئی ہیں۔ میری جان اُس کی جلتی ہوئی آنکھوں کی مانند ہے۔ جس درد نے مجھے اندر سے بہت مروڑ دیا ہے۔ کسی نے مجھ سے پوچھا کہ اے غمزدہ انسان۔ تیری حالت کیا ہے کہ تجھ میں اتنا اضطراب ہے؟ میں نے جواب دیا اور یوں یہ غم بھری داستان لکھی گئی۔ میرا محبوب بیٹا چلا گیا میری آنکھوں سے روشنی چھن گئی۔

شاعر نے اپنے بیٹے عبدالحسین کی وفات کے غم کو ایسے الفاظ میں پیش کیا ہے کہ گویا اس کی روشنی، سکون اور خوشی سب چلی گئی "روشنی آن نظر" سے مراد بیٹے کی وہ قیمتی موجودگی ہے جو زندگی کو روشن کرتی تھی۔ شاعر کا کہنا ہے کہ دل سے سکون اور آنکھوں سے نیند چلی گئی ہے یعنی نہ صرف ذہنی بلکہ جسمانی طور پر بھی اس کا وجود بے تاب اور بے چین ہے۔ وہ خالی جگہ کو دیکھنے سے قاصر ہے جہاں بیٹا ہوتا تھا۔ اس کا غم اس حد تک شدید ہے کہ اس کا وجود خود خون میں بھیگ چکا ہے۔ یہ تشبیہ شدت غم کو ظاہر کرتی ہے۔ شاعر نے اپنے درد کو جلتی ہوئی آنکھوں کی طرح بیان کیا ہے جو اندر سے اسے مروڑ رہا ہے، یعنی درد فقدان اس کی جان و دل کو جھنجوڑ رہا ہے۔ کوئی اس کی حالت پوچھتا ہے تو وہ اپنے درد کی حالت بیان کرتا ہے۔

مجموعی طور پر یہ اشعار انسانی احساسات کی گہرائی، والد کے جذباتی رنج اور فقدان کی شدت کو نہایت خوبصورتی اور سادگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

واعظ قزوینی نے اپنی معنوی کمالات کی بدولت اور اپنی پیشہ ورانہ زندگی کی مناسبت سے ایک نامور اور مشہور شخصیت کا مقام حاصل کیا ہے۔ خود وہ بھی اپنی شہرت کا اقرار کرتا ہے۔

گرفت صیت سخن گر ترا جھان، واعظ — زفیض مدحت اولاد بوتراب گرفت [48]

ترجمہ: اے واعظ! اگر تمہیں دنیا میں شہرت حاصل ہے تو وہ شہرت مدحت خاندانِ بوتراب کی برکت سے ہے۔

اس شعر میں شاعر کہہ رہا ہے کہ واعظ کی شہرت اور کلام کی رسائی اس لیے ممکن ہوئی کیونکہ وہ خاندان بوتراب کی مدح گوئی کرتا ہے۔ یعنی اس کی شہرت کا ایک بڑا سبب اسی کی بدولت ہے۔

توپی فرمانروای کشور دلھا کنون واعظ — دلی نتواند از تاثیر افغان تو سر پیچد [49]

ترجمہ: اب تو اے واعظ دلوں کے بادشاہ تم ہو۔ کوئی دل تیرے اثر سے انکار نہیں کر سکتا۔

اس شعر میں واعظ کی شاعری اور وعظ کی تاثیر کو بہت بلند مقام دیا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ واعظ اب دلوں کا حکمران بن چکا ہے اور اس کی باتوں، کلام اور انداز بیان کا ایسا اثر ہے کہ کوئی بھی دل اس سے انحراف یا مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہ بیان اس کی شہرت، قوت بیان اور اثر انگیزی کی گواہی دیتا ہے۔

واعظ قزوینی نے مستقبل میں بھی اپنی شہرت اور مقام کی امید کو برقرار رکھا اور کہا:

گرز بی قدری، کسی امروز یاد ما نکرد — یاد ما بسیار خواھد کرد واعظ روزگار [50]

ترجمہ: اگر آج کسی نے ہماری حقیر حیثیت کو یاد نہ کیا تو وقت کا واعظ ہمیں بہت یاد رکھے گا۔

یہ شعر واعظ کے خود اعتمادی اور اپنی شہرت کے یقین کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ممکن ہے آج لوگ اسے کم تر سمجھیں یا اس کی قدر نہ کریں مگر آنے والا وقت اسے عزت و شہرت دے گا اور لوگ اس کی قدر کریں گے۔ "واعظ روزگار" کا مطلب ہے کہ وقت خود اس کا انصاف کرے گا اور اس کی یاد تازہ رکھے گا۔

بعد ماازھمدمان واعظ مگر گاھی سخن　　　بازبان مصرعی مارا کنید یاد آوری[51]

ترجمہ: ہم سے جدا ہو جانے کے بعد بھی اے واعظ کے دوستو۔ کبھی کبھی اپنے مصرعے کی زبان سے ہمیں یاد کیا کرنا۔

اس شعر میں واعظ قزوینی اپنے چاہنے والوں اور دوستوں سے مخاطب ہے اور ایک طرح کی وفاداری اور یادگار رہنے کی خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔

فرداست اینکہ قدر شناسان درد مند　　　خواھند گفت حیف از واعظ ھزار حیف[52]

ترجمہ: یہ بات یقیناً ہے کہ درد مند قدر شناسان کہیں گے۔ واعظ کے لیے ہزاروں افسوس ہیں۔

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ وہ لوگ جو درد اور تکلیف کو سمجھتے ہیں اور قدر کرتے ہیں۔ واعظ کی قدر و منزلت کو جانتے ہوئے اس کے لیے گہرا افسوس اور ہمدردی کا اظہار کریں گے۔ یہ شاعری واعظ کی عظمت اور اس کے کم قدر ہونے پر پچھتاوے کا بیان ہے۔

نہ شوق منصب ھندم، نہ ذوق جاگیر است　　　کہ سیر چھرہ سبزان، ھزار کشمیر است

بہ ھند سایہ دیوار خویش خرم و شاد　　　نشستہ شاہ جھانم، غم جھانگیر است[53]

ترجمہ: نہ منصب و مرتبے کی چاہ ہے، نہ جاگیر و زمین کی لالچ۔ ہر سبزہ زار کی سیر کرنا ہی ہزاروں کشمیر کے برابر ہے۔ میں اپنے ہندوستان میں دیوار کے سائے تلے خوش و خرم بیٹھا ہوں، میں شاہ جہاں ہوں، مگر میرا غم ہے کہ یہ دنیا بھی میری تسخیر میں نہیں۔

یہ شعر واعظ قزوینی کی زندگی کے نظریے اور احساسات کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ دنیاوی عہدہ و پیہم یا حکومتی محل و جاگیر کے خواہاں نہیں بلکہ سادگی اور فطرت کی خوبصورتی کو ترجیح دیتا ہے۔ ساتھ ہی وہ اپنے آپ کو شاہ جہاں کے برابر سمجھتا ہے۔ لیکن دل میں ایک اندرونی غم بھی ہے کہ دنیا کی مشکلات اور غم اسے ہرگز چھوڑتے نہیں۔ یہ شعر ایک طرح کا تضاد اور انسانی کیفیات کی پیچیدگی کو ظاہر کرتا ہے۔

بطور نتیجہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ واعظ قزوینی ایک ایسے ہمہ جہت شاعر، خطیب اور مفکر تھے جنہوں نے فارسی شاعری کو صرف جمالیاتی اظہار یا عشقیہ کیفیات کا وسیلہ نہیں بنایا بلکہ اسے ایک فکری، اخلاقی اور عرفانی پیغام رسانی کا موثر ذریعہ بنایا۔ ان کی شاعری کا غالب مزاج واعظانہ ہے، تاہم یہ وعظ محض روایتی نصیحت نہیں بلکہ تمثیل، استعارہ، فکری جدت اور فنی صناعی سے مزین ایک گہری معنویت کا حامل ہے۔ انہوں نے پند و نصیحت، اخلاقی اقدار، زہد و تقویٰ، دینی سچائی اور ظلم و جبر کے خلاف احتجاج جیسے موضوعات کو غزل کے لطیف پیرایے میں اس خوبی سے پیش کیا کہ ان کا کلام محض دینی یا صوفیانہ نہیں رہا بلکہ ایک باوقار ادبی اور فکری اثاثہ بن گیا۔

واعظ قزوینی نے جس عہد میں شاعری کی وہ دور صفویہ کی فکری و مذہبی شدت، سیاسی تضادات اور معاشرتی کشمکش کا دور تھا۔ ان کے اشعار میں نہ صرف ان حالات کا عکس جھلکتا ہے بلکہ ایک باشعور شاعر کی طرف سے ان پر تنقید، اصلاح اور رہنمائی بھی نمایاں ہے۔ انہوں نے صائب تبریزی جیسے معاصر شعرا سے فنی و فکری اثرات ضرور قبول کیے مگر ان کا اسلوب اور مواد ایک منفرد فکری زاویے سے تشکیل پاتا ہے۔ واعظ کا کلام جہاں ایک طرف روحانیت اور علوی محبت کا مظہر ہے وہیں دوسری جانب اس میں انسان دوستی، عدل، سادگی اور درویشی کا بے مثال پیغام بھی ہے۔

مجموعی طور پر واعظ قزوینی کو فارسی شاعری کی اس روایت کا نمائندہ قرار دیا جاسکتا ہے جو شاعری کو محض حسن و عشق کا مظہر نہیں سمجھتی بلکہ اسے فکر، اخلاق، شعور اور روحانی بالیدگی کا ذریعہ مانتی ہے۔ ان کی شاعری اگرچہ عام قارئین میں بہت زیادہ معروف نہیں لیکن سنجیدہ ادب اور فکری شعور کے حامل حلقوں میں یقینی طور پر مطالعے، تحقیق اور قدر کے لائق ہے۔

کتابیات

[1]۔ محمد محسن طھرانی (آغا بزرگ)، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، (تھران، چاپخانہ دانشگاہ تھران، ۱۳۸۴ھ ق)، جلد 1، ص 77۔

محمد علی مدرس، ریحانہ الادب فی تراجم المعروفین مشتمل بر ترجمہ حال فقھا و حکما، (تھران، انتشارات مشفق، 1328ھ ش)، جلد 4، ص 72۔

[2]۔ محمد طاھر نصر آبادی، تذکرہ نصر آبادی: مشتمل بر شرح حال و آثار قریب ھزار شاعر صفوی با تصحیح و مقابلہ وحید دستگردی، (تھران، کتابفروشی فروغی، 1361)، ص 171۔

[3]۔ سید حسن سادات ناصری، **حال و کار واعظ قزوینی شاعر نامدار سدہ یازدھم ھجری**، (تھران، مجلہ دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تھران شمارہ 97 و 98 بھار و تابستان، 1356، صص 182 تا 201)، ص 189۔

[4]۔ محمد محسن طھرانی (آغا بزرگ)، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، (تھران، چاپخانہ دانشگاہ تھران، ۱۳۸۴ھ ق)، جلد 1، ص 67۔

[5]۔ محمد علی مدرس، ریحانہ الادب فی تراجم المعروفین مشتمل بر ترجمہ حال فقھا و حکما، (تھران، انتشارات مشفق، 1328ھ ش)، جلد 1، ص 171۔

محمد طاھر نصر آبادی، تذکرہ نصر آبادی: مشتمل بر شرح حال و آثار قریب ھزار شاعر صفوی با تصحیح و مقابلہ وحید دستگردی، (تھران، کتابفروشی فروغی، 1361)، ص 272۔

[6]۔ محمد باقر موسوی خوانساری، روضات الجنات في احوال العلماء والسادات تحقیق و شرح محمد علی روضاتی، (تھران، نشر اسلامیہ، 1382ھ ق)، ص 316۔

[7]۔ محمد محسن طھرانی (آغا بزرگ)، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، (تھران، چاپخانہ دانشگاہ تھران، ۱۳۸۴ھ ق)، جلد 1، ص 67۔

محمد علی مدرس، ریحانہ الادب فی تراجم المعروفین مشتمل بر ترجمہ حال فقھا و حکما، (تھران، انتشارات مشفق، 1328ھ ش)، جلد 4، ص 72۔

[8]۔ سید حسن سادات ناصری، **حال و کار واعظ قزوینی شاعر نامدار سدہ یازدھم ھجری**، (تہران، مجلہ دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تھران شمارہ 97 و 98 بھار و تابستان، 1356، صص 182 تا 201)، ص 192۔

[9]۔ محمد رفیع واعظ قزوینی، دیوان ملا محمد رفیع واعظ قزوینی، تصحیح سید حسن سادات ناصری، (تھران، نشر علی اکبر علمی، 1359) ص 56۔

سید حسن سادات ناصری، **حال و کار واعظ قزوینی شاعر نامدار سدہ یازدھم ھجری**، (تہران، مجلہ دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تھران شمارہ 97 و 98 بھار و تابستان، 1356، صص 182 تا 201)، ص 193۔

[10]۔ محمد علی مدرس، ریحانہ الادب فی تراجم المعروفین مشتمل بر ترجمہ حال فقھا و حکما، (تھران، انتشارات مشفق، 1328ھ ش)، جلد 1، ص 249۔

محمد طاھر نصر آبادی، تذکرہ نصر آبادی: مشتمل بر شرح حال و آثار قریب ھزار شاعر صفوی با تصحیح و مقابلہ وحید دستگردی، (تھران، کتابفروشی فروغی، 1361)، ص 171۔

[11]۔ لطفعلی بن آقا خان آذر بیگدلی، **تذکرہ آتشکدہ**/نسخہ خطی، بہ شمارہ بازیابی ۱٤٥٧٢-٥ در فھرست کتابخانہ ملی (تہران، نسخہ خطی کتابخانہ ملی، 1320ھ ق)، ص 1204۔

[12]۔ محمد علی مدرس، ریحانہ الادب فی تراجم المعروفین مشتمل بر ترجمہ حال فقھا و حکما، (تھران، انتشارات مشفق، 1328ھ ش)، جلد 4، ص 270۔

محمد رفیع واعظ قزوینی، دیوان ملا محمد رفیع واعظ قزوینی، تصحیح سید حسن سادات ناصری، (تھران، نشر علی اکبر علمی، 1359) ص 366۔

[13]۔ محمد باقر موسوی خوانساری، روضات الجنات في احوال العلماء والسادات تحقیق و شرح محمد علی روضاتی، (تھران، نشر اسلامیہ، 1382ھ ق)، ص 216۔

[14]۔ محمد رفیع واعظ قزوینی، دیوان ملا محمد رفیع واعظ قزوینی، تصحیح سید حسن سادات ناصری، (تھران، نشر علی اکبر علمی، 1359) ص 158۔

[15]۔ ایضا، ص 444۔

[16]۔ ایضا، ص 205۔

[17]۔ محمد علی حضرتی، ستایش امیر المؤمنین در سرودہ ھای سخنوران قزوین، (قزوین، انتشارات بحر العلوم، 1379)، ص 181۔

[18]۔ ایضا، ص 128۔

[19]۔ ایضا، ص 4۔

[20]۔ ایضا، ص 5۔

[21]۔ ایضا، ص 5۔

[22]۔ ایضا، ص 207۔

[23]۔ ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات ایران، تلخیص: محمد ترابی، (تھران، انتشارات فردوس، 1378)، جلد 4، ص 522۔

[24]۔ ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات ایران، تلخیص: محمد ترابی، (تھران، انتشارات فردوس، 1378)، جلد 5، ص 43۔

[25]۔ محمد علی صائب تبریزی، دیوان صائب تبریزی بہ کوشش محمد قھرمان، (تھران: شرکت انتشارات علمی و فرھنگی، 1383)، چاپ سوم، جلد 5، ص 2764۔

[26]۔ محمد رفیع واعظ قزوینی، دیوان ملا محمد رفیع واعظ قزوینی، تصحیح سید حسن سادات ناصری، (تھران، نشر علی اکبر علمی، 1359) ص 302۔

[27]۔ محمد علی صائب تبریزی، دیوان صائب تبریزی بہ کوشش محمد قھرمان، (تھران: شرکت انتشارات علمی و فرھنگی، 1383)، چاپ سوم، جلد 5، ص 2688۔

[28]۔ محمد رفیع واعظ قزوینی، دیوان ملا محمد رفیع واعظ قزوینی، تصحیح سید حسن سادات ناصری، (تھران، نشر علی اکبر علمی، 1359) ص 304۔

[29]۔ جلیل تجلیل، **شعر و ادب**، (بارقہ ولایت در شعر فارسی، مجلہ مشکوہ، شمارہ 48، پاییز، صص 164-150، 1374)، ص 151۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

[30]۔ایضا،ص159۔

[31]۔محمد رفیع واعظ قزوینی، دیوان ملا محمد رفیع واعظ قزوینی، تصحیح سید حسن سادات ناصری، (تھران، نشر علی اکبر علمی، 1359)ص453۔

[32]۔ایضا،ص476۔

[33]۔ایضا،ص89۔

[34]۔ایضا،ص77۔

[35]۔ایضا،ص92۔

[36]۔ایضا224۔

[37]۔ایضا،ص364۔

[38]۔ایضا،ص194۔

[39]۔ایضا،ص352۔

[40]۔ایضا،ص390۔

[41]۔ایضا،ص102۔

[42]۔ایضا،ص132

[43]۔ایضا،ص174۔

[44]۔ایضا،ص88۔

[45]۔ایضا،ص94۔

[46]۔ایضا،ص145۔

[47]۔ایضا،ص602۔

[48]۔ایضا،ص479۔

[49]۔ایضا،ص144۔

[50]۔ایضا،ص238۔

[51] ۔ایضا،ص373۔

[52]۔ایضا،ص287۔

[53]۔ایضا،ص75۔